رسائل و مسائل

استدراک

[ربیع الثانی ۲ ۱۳۷ھ کے "رسائل و مسائل" میں ایک سوال و جواب "گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست" کے عنوان کے تحت شائع ہوا تھا۔ اسے پڑھ کر ایک صاحب نے ذیل کا خط ارسال فرمایا ہے، جسے افادۂ ناظرین کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔]

"ترجمان القرآن" میں گھر، گھوڑے اور عورت سے متعلق آپ کا جواب پڑھا جس میں آپ نے اس باب میں وارد شدہ احادیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس حدیث میں نحوست کا وہم پرستانہ مفہوم مراد نہیں ہے، بلکہ تجربی نوعیت کی نحوست مراد ہے۔ اس سلسلے میں میری نظر سے ایک حدیث گزری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث کی روایت میں حضرت ابوہریرہؓ کو غالباً کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ حدیث مسند احمدؒ جلد ۶ صفحہ ۲۴۶ و صفحہ ۲۴۰ پر مروی ہے اور امام سیوطیؒ نے اسی حوالے سے اسے اپنی تصنیف "عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ العائشۃ علی الصحابہ" میں بھی نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن ابی حسان الاعرج ان رجلین دخلا علی عائشۃ فقالا ان ابا ھریرۃ یحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول "انما الطیرۃ فی المرأۃ والدابۃ والدار" فقالت: والذی انزل الفرقان علی ابی القاسم ما ھکذا کان یقول ولکن کان یقول: "کان اھل الجاھلیۃ یقولون الطیرۃ فی المرأۃ والدابۃ والدار" ثم قرأت عائشۃ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا (الآیہ)

(ترجمہ: ابی حسان الاعرج سے روایت ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ نحوست عورت، جانور اور مکان

میں ہی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا "اُس خدا کی قسم جس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرقان نازل فرمایا ہے، وہ اس طرح نہیں کہا کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل جاہلیت یہ کہتے تھے کہ نحوست اور بدشگونی عورت، جانور اور مکان میں ہوتی ہے" پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے "کوئی مصیبت بھی نہیں پہنچتی، خواہ وہ زمین میں ہو یا تمہارے نفوس کے اندر ہو، مگر یہ کہ وہ ایک نوشتے میں موجود ہوتی ہے، قبل اس کے کہ ہم ان سب کو پیدا کریں"۔

الکوہل کے مختلف مدارج واشکال کا حکم

سوال: آپ نے ترجمان میں ایک جگہ الکوہل کے خواص رکھنے والی اشیاء کی حلت و حرمت پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں بعض امور وضاحت طلب ہیں۔ طبعی اور قدرتی اشیاء میں الکوہل اُس وقت پائی جاتی ہے جبکہ وہ تعفین و تخمیر کے منازل خاص طریق پر طے کر چکی ہوں۔ بالفاظ دیگر جس شئے سے الکوہل حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اُسے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ اس میں الکوہل پیدا ہو جائے۔ جب تک اس میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو جائے، اُس وقت تک اس میں الکوہل کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ یہ بات دوسری ہے کہ بعض اشیاء میں الکوہلک صلاحیت زیادہ ہے، بعض میں کم اور بعض میں بالکل نہیں۔ جن اشیاء سے شراب تیار کی جاتی ہے ان میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہے۔ اگر ایسی صلاحیت رکھنے والی قدرتی اشیاء میں تخمیر و تعفین کی وجہ سے الکوہل یا نسکر پیدا ہو جائے تو کیا وہ سب حرام ہو جائیں گی؟

جواب: جن چیزوں کو قصداً الکوہل پیدا کرنے کی خاطر سڑایا جائے، اُن کا استعمال تو الکوہلی کیفیات کے پیدا ہو جانے کے بعد ناجائز ہے۔ البتہ جو چیزیں تعفین کے بعض مراحل سے خود بخود گذری ہوں اُن کا استعمال زیادہ سے زیادہ مکروہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً انگور اور گنڈیریاں جب سرخی مائل ہو جائیں تو ان میں الکوہل پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس حالت میں ان کو کھانا حرام ہے۔ ہاں، اگر کوئی قدرتی چیز بگڑ کر اس حد کو پہنچ جائے

کہ اُسے کھا کر نشہ لاحق ہو جاتا ہو تو پھر اس کا استعمال یقیناً ناجائز ہو گا۔

حرام کو حلال کرنے کے لیے حیلہ سازی

سوال:- زید پر حکومت کی طرف سے ناجائز ٹیکس واجب الادا ہیں۔ وہ انہیں مجبوراً ادا کرتا ہے۔ زید نے اس ٹیکس کی بازیافت کا ایک حیلہ سوچا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا کچھ روپیہ بنک یا ڈاک خانہ میں جمع ہے جس پر اُسے سُود ملتا ہے، جس کا لینا شرعاً ناجائز ہے۔ اگر زید اس نیت سے سود وصول کرے کہ یہ ٹیکس کے عوض میں ہے تو ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب۔ اس طرح کے بہانوں سے سود لینا جائز نہیں بلکہ دوہرا گناہ ہے۔ اگر بالفرض حکومت کا کوئی ٹیکس ناجائز نوعیت کا ہے اور آپ اسے بکراہت دیتے ہیں تو یہ ایک ظلم ہے جو حکومت آپ پر کرتی ہے لیکن جو سُود آپ حکومت کے بینک یا ڈاک خانے سے وصول کریں گے وہ حکومت اپنی جیب سے نہیں لاتی بلکہ لوگوں سے ہی ٹیکسوں یا سُود کی شکل میں لُوٹ کر کچھ اپنے پاس رکھتی ہے اور کچھ سودی سرمایہ جمع کرانے والوں کو دیتی ہے۔ یہ سود وصول کر کے آپ نے سزا حکومت کو تو نہ دی بلکہ ملک کے دوسرے شہریوں کو دی۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے ایک شخص نے آپ کا مال چُرایا، آپ اسے سزا دینے نکلے اور اس کے گھر میں دوسروں کا جو مال رکھا ہے، اُس میں سے کچھ نکال لائے۔

نسخ فی القرآن

سوال:- نسخ کے بارے میں مندرجۂ ذیل سوالات پر براہِ کرم روشنی ڈالیں:

(۱) قرآن میں نسخ کے بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟ کیا کوئی آیت مصحف میں ایسی بھی ہے جس کی تلاوت تو کی جاتی ہو مگر اس کا حکم منسوخ ہو۔

(۲) کیا قرآن کی کوئی آیت ایسی بھی ہے جو منسوخ التلاوۃ ہو، مگر اُس کا حکم باقی ہو؟ محدثین و فقہاء نے آیتِ رجم کو بطورِ مثال پیش کیا ہے۔

(۳) اصولِ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔ کیا یہ نظریہ ائمۂ فقہاء سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو اس کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

جواب: آپ کے سوالات تو مختصر ہیں، مگر ان کے جواب کے لیے تفصیلی بحث کی ضرورت ہے جس کی فرصت مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس لیے مجمل جوابات پر ہی قناعت کرتا ہوں۔

(۱) قرآن میں نسخ دراصل تدریج فی الاحکام کی بنیاد پر ہے۔ یہ نسخ ابدی نہیں ہے بمتعدد احکام منسوخہ ایسے ہیں کہ اگر معاشرے میں کبھی ہم کو پھر ان حالات سے سابقہ پیش آجائے جن میں وہ احکام دیے گئے تھے تو انہی احکام پر عمل ہوگا۔ وہ منسوخ صرف اسی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ معاشرہ ان حالات سے گزر جائے اور بعد والے احکام کو نافذ کرنے کے حالات پیدا ہو جائیں۔

(۲) میرے نزدیک قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جو منسوخ التلاوۃ ہو اور بس اس کا حکم باقی ہو۔ آیت رجم جس کا ذکر بعض روایات میں آیا ہے، دراصل ایک دوسری کتاب اللہ یعنی توراۃ کی آیت تھی، نہ کہ قرآن کی۔ اس آیت کے نسخ سے مراد یہ ہے کہ جس کتاب میں یہ آیت تھی، اُس کتاب کو تو منسوخ کر دیا گیا مگر اُس کے رجم کے حکم کو باقی رکھا گیا۔

(۳) بلاشبہ فقہا کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سنت قرآن کی ناسخ اور اُس پر قاضی ہے لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ظاہر الفاظ سے متبادر ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح سے قرآن کا ایک خاص حکم عام ہو سکتا ہے یا ایک عام حکم خاص ہو سکتا ہے، بالکل اسی طرح آپ کی قولی یا عملی تشریح یہ بھی بتاتی ہے کہ کسی خاص آیت کا حکم باقی نہیں رہا ہے۔ اس مفہوم کے علاوہ اگر اس اصول سے کوئی دوسرا مفہوم اخذ کیا گیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے۔

اسلام سے توبہ

سوال۔ مجھے آپ کی تحریک سے ذاتی طور پر نقصان پہنچ رہا ہے۔ میری ایک بہن آپ کی جماعت میں شامل ہو گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جون بدل گئی۔ ہر وقت نماز، تسبیح اور وعظ و نصیحت

سے کام ہے گھر کے افراد کو زبردستی آپ کا ترجمہ قرآن سناتی ہے۔ اگرچہ تعلیم یافتہ ہے لیکن خیالات کے اعتبار سے وہ موجودہ زمانہ کی لڑکی نہیں رہی۔ لباس سادہ اور سفید پہننے لگی ہے۔ جس دن دل چاہے روزہ رکھ لیتی ہے۔ میں اس کے اس طرز سے نہایت پریشان ہوں۔ رشتہ داروں میں جو منشا ہے وہ اس لیے رشتہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ دن رات وعظ کون سنے۔ پرسوں میری خالہ آئی تھیں اُن کو بھی یہی نصیحت کرنے لگیں۔ چند کتابیں اور ایک کیلنڈر آپ کے ہاں کا انہیں دے ہی دیا۔ کل اتوار تھا۔ ہم لوگ سیر کے لیے گئے تھے۔ اس سے بہت کہا لیکن وہ نہ گئی۔ بالکل ولیوں کی زندگی بسر کرنے کے لیے اس ماحول میں گنجائش آخر کس طرح پیدا کی جائے۔ نہ تو اس کی شادی اس طرح ہو سکتی ہے اور نہ اُس کے خیالات بدلنا میرے یا کسی کے بس میں ہے۔ اگر اس سے کچھ کہا سنا جائے تو وہ رنجیدہ ہو جاتی ہے۔ بتائیے میں کیا کروں؟

جواب:۔ اس معاملے میں میں خود بھی بے بس ہوں۔ آپ اپنے طور پر یہی کوشش کریں کہ آپ کی ہمشیرہ اسلام سے توبہ کر لیں۔

تدوین قانون میں اکثریت کے مسلک کا لحاظ

سوال:۔ آپ نے غالباً کہیں لکھا ہے یا کہا ہے کہ ملک میں فقہی مسلک کے لحاظ سے جن لوگوں کی اکثریت ہو گی، قوانین انہی کے فیصلوں کے مطابق بنائے جائیں گے اور قلیل گروہوں (مثلاً پاکستان میں احناف کے بالمقابل شافعیہ، اہل حدیث اور شیعہ وغیرہ) کے لیے پرسنل لا کی گنجائش رکھی جائے گی۔ اگر آپ کا خیال یہی ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثریت اپنے مخصوص مسلک کے آئینہ دار قوانین بنانے کی مجاز ہو گی جو ائمہ مجتہدین کے مجتہدات پر مبنی ہوں گے، یا آپ کی مراد یہ ہے کہ اکثریت سابق مفروضات کے بجائے محض کتاب و سنت کا بے آمیز مطالعہ کرے گی اور جن نتائج پر پہنچے گی انہی کو قانونی جواز حاصل ہو جائے گا؟ پہلی صورت میں قوانین کا ماخذ کتاب و سنت کے بجائے فقہائے کرام کی کتب متداولہ ہوں گی لیکن یہ طریق شاید اسلامی حکومت کے

مزاج کے منافی ہو۔ دوسری صورت میں ان قوانین کا ماخذ کتاب و سنت ہی ٹھہرے گا لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ مخصوص تفقہ کی حامل اکثریت خصوصی ڈگر کو چھوڑ کر کتاب و سنت کا مطالعہ کرے گی اور اس میں موروثی فکر و نظر اور مسلکی عصبیت و حمیت دخیل نہ ہو گی۔ اس تشویش کے اظہار سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ فقہائے مجتہدین کے افکار عالیہ سے استفادہ نہ کیا جائے۔ صرف چند الجھنیں جو ذہن میں پیدا ہوتی ہیں، اُن کا حل مطلوب ہے۔

جواب :- میں نے جو چیز پیش کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ قوانین ملکی کی تدوین و ترتیب کے سلسلے میں حقِ ترجیح اُسی مسلک کو حاصل ہو گا جس کے حق میں اکثریت ہو، اس لیے کہ یہی ایک قابلِ عمل صورت ہے۔ رہی یہ بات کہ اکثریت قوانین کی تدوین میں فقہاء مجتہدین کی فقہ پر اعتماد کرتی ہے یا براہِ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتی ہے تو اس کا فیصلہ کرنا ہمارا آپ کا کام نہیں ہے۔ یہ تو جمہور کے نمائندے ہی طے کریں گے۔ تاہم میرے نزدیک اس امر کا امکان ضرور موجود ہے کہ جب تک ملک میں اسلامی قوانین کی تعلیم اور اُن کے فہم کے لیے لوگوں کی ذہنی تربیت پختہ نہ ہو جائے گی ایک درمیانی دور ایسا یقیناً گزرے گا جس میں لوگوں کے طرزِ عمل میں اضطراب پایا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی وہ فقہ سے استفادہ کریں اور اس میں کوئی پختگی نہ ہو اور کبھی وہ کتاب و سنت سے استفادہ کریں اور اس میں بھی کوئی پختگی نہ ہو۔ "بلوغ" کا دور آنے سے پہلے آغازِ کار میں یہ صورت پیش آنی ناگزیر ہے۔ اسے برداشت کرنا ہی ہو گا۔ آگے چل کر انشاء اللہ علمی رسوخ اور ذہنی پختگی پیدا ہو جائے گی۔